محمد جعفر پھلواروی

تأثرات

ہندوستان نے معمولی سرحدی جھڑپوں کو جارحیت اور جنگ کا نام دے کر اس سے جو فائدہ اٹھایا ہے اس نے پاکستان کے لیے امکانی خطرات کو واضح کر دیا ہے۔ اور یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ ہمارے حلیف ملکوں کی دورخی پالیسی کی وجہ سے ہمارے لیے نہایت نازک حالات پیدا ہو گئے ہیں:

جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے

بھارت اور چین کی سرحدی جھڑپیں بالکل معمولی چیز ہیں۔ سرحدوں پر اس قسم کی جھڑپیں ہر جگہ ہوتی رہتی ہیں۔ اگر واقعی یہ چھیڑ چھاڑ باقاعدہ جنگ ہوتی تو بھارت اور چین کی باہمی سفارت ٹوٹ چکی ہوتی اور یو این او کی رکنیت کے لیے بھارت چین کی حمایت نہ کرتا۔ لیکن ان معمولی جھڑپوں کا اتنا عالمگیر پروپیگنڈا کیا گیا، اتنی اہمیت دی گئی کہ گویا اس سے بڑا کوئی خطرہ ہی نہیں۔ پورے بھارت میں ہنگامی حالت کا اعلان کر دیا گیا لوگوں سے دھڑا دھڑ چندے وصول کیے جانے لگے، اور مختلف ممالک سے فوری فوجی امداد مانگ مانگ کر جدید اسلحہ کے انبار لگا لیے گئے۔ پاکستان سے یہ ضمانت مانگی جانے لگی کہ وہ کشمیر یا دوسری سرحدوں پر کوئی چھیڑ چھاڑ نہ شروع کر دے اور اس ضمانت کو پختہ کرنے کے لیے امریکہ و برطانیہ سے زور ڈلوایا گیا۔

یہ سب جانتے تھے کہ آج کل میں بھارت و چین کے سرحدی جھگڑے ختم ہو جائیں گے۔ سردیوں کی برفباری کی وجہ سے یہ جنگ بھی سرد پڑ جائے گی اور اس دوران میں۔ بیرونی طاقتیں بیچ بچاؤ کر کے معاملے کو ختم کر دیں گی۔ اور ان حالات میں ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ دراصل فوجی امداد لینے والے اور دینے والے دونوں ایک دوسرے کو بے وقوف بنا رہے تھے۔ امداد دینے والوں کا رجحان یہ تھا کہ بھارت

کوریا (محاذ جنگ) بن جائے اور یورپ و امریکہ آتشِ جنگ سے محفوظ رہیں اور بھارت کا مقصد یہ تھا کہ کمیونزم (کمیونسٹ چین) کا بھیانک ہوّا دکھا دکھا کر جتنی فوجی امداد دنیا سے حاصل کی جا سکے لے لو اور پوری طرح جدید اسلحہ سے مسلح ہو چکنے کے بعد چین سے صلح کر لو۔

لیکن اس کا نتیجہ کیا نکلا۔؟ سیاست کا معمولی طالب علم بھی اس سے ناواقف نہیں کہ یہ تمام اسلحہ آخر کار پاکستان کے خلاف بھارت کی طاقت بڑھانے کا ذریعہ بن گئے اور یہ اہل کشمیر کو آزادی اور تمام انسانی حقوق سے محروم رکھنے میں مدد دیں گے۔

بھارت کی شمالی مشرقی سرحد پر وہ علاقہ ہے جس پر چین اپنا دعویٰ پیش کرتا ہے اور شمال مغرب میں کشمیر کا علاقہ ہے جس پر پاکستان کا حق ہے۔ پاکستان اس حق کے لیے صرف رائے شماری کا مطالبہ کرتا ہے اور یہ وہ مطالبہ ہے جس کا بھارت نے بارہا وعدہ کیا اور برطانیہ و امریکہ کے علاوہ یو۔ این۔ او کے ایک ایک رکن کو اس بات کا پورا علم ہے۔ چین نے جب اپنا حق حاصل کرنے کے لیے عملی پیش قدمی کی تو ساری دنیا نے اپنی تمام تر توجہات اس طرف مبذول کر دیں۔ روس نے بھارت کو فی الفور جنگ روک کر باہمی گفتگو سے مسئلے کو سلجھانے کی رائے دی اور امریکہ و برطانیہ بھرپور فوجی امداد دینے لگے۔ لیکن کشمیر میں رائے شماری کا حتمی وعدہ پورا کرانے کے لیے پاکستان کے مطالبے پر امریکہ و برطانیہ اور یو این او کے دوسرے ارکان نے کوئی موثر تدبیر اختیار نہ کی بلکہ اپنی تمام کوششیں اس پر صرف کر دیں کہ سہل الحل مسئلے کو لاینحل سے لاینحل تر بنا دیا جائے۔ اب اس عقدے کو آسانی سے حل کرا دینے کا بہت اچھا موقع ملا تھا لیکن یہ ستم ظریفی کا نادر ترین نمونہ ملاحظہ ہو کہ فوجی امداد دینے والوں نے بھارت سے جھوٹے منہ بھی کشمیر میں رائے شماری کا ذکر نہیں کیا اور زور ڈالنا تو کیا اشارۃً بھی بھارت کو اس طرف توجہ نہیں دلائی۔ انتہائی حیرت انگیز بات یہ ہے کہ امریکہ نے بھارت سے خفیہ معاہدہ کر لیا اور پاکستان کے حلیف ممالک اس کی شدید مخالفت کے باوجود بھارت کو فوجی امداد دے کر پاکستان سے یہ الٹی توقع کرنے لگے کہ وہ بھارت کو غارت ہونے سے بچائے اور چین کو چین سے ہرگز نہ بیٹھنے دے۔ دوستی کا ایسا نادر نمونہ آپ کو کہاں مل سکتا ہے۔

ایک اور ستم ظریفی ملاحظہ ہو۔ نہرو جی نے صدرِ پاکستان کو خط لکھ کر منافقانہ دوستی کا ہاتھ بڑھایا لیکن عمل یہ رہا کہ بعض علاقوں سے مسلمانوں کے اخراج کا سلسلہ نہ صرف جاری رکھا بلکہ یہ مہم کچھ اور تیز کر دی اور اس وقت اہل کشمیر کو ان کا حق دے کر یہ مسئلہ حل کر لینے کے بجائے مقبوضہ کشمیر پر فوجی گرفت مضبوط تر کرنے لگے۔

یہ ہیں وہ نازک حالات جن کا مملکتِ پاکستان کو سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ نازک ادوار ہر ملک اور قوم پر آتے ہیں۔ اور ان شاء اللہ ہمارا یہ نازک دور بھی گزر جائے گا۔ لیکن اس وقت جو چیز انتہائی غور و فکر اور توجہ تام کی محتاج ہے وہ ہماری خود اندرونی حالتیں ہیں۔ یہ وہ حالات ہیں جو عام اور معمولی دور میں بھی نہ ہونے چاہیے تھے چہ جائیکہ ایک ایسے نازک دور میں جب کہ ہماری معمولی غلطی بھی بڑے اہم نتائج پیدا کر سکتی ہے۔ کیا یہ بتانے کی ضرورت باقی ہے کہ اس وقت وحدتِ امت سے زیادہ کوئی شے اہم نہیں؟ انتشار و اختلاف اور آپس کی سر پھٹول تو کسی دور میں بھی پسندیدہ نہیں سمجھی گئی بلکہ امت کی تباہی و بربادی جب بھی ہوئی ہے اسی سبب سے ہوئی ہے۔ مسلمانوں کی ایک خصوصیت ——— بخلاف دوسری امتوں کے ——— یہ رہی ہے کہ ان کا ہر اختلاف عین اسلامی اختلاف بن جاتا ہے۔ ایک مسلمان جو کچھ بھی کرنا چاہے وہ ہمیشہ اسلام ہی کے نام پر کرتا ہے اور آج تک یہ متعین نہیں ہو سکا کہ کس کا اسلام اسلام ہے اور کس کا اسلام کفر۔ بدقسمتی سے اس وقت پاکستان میں دو بڑے راستوں سے انتشار پیدا کیا جا رہا ہے۔ ایک سیاسی، اور دوسرا مذہبی۔ سیاسی لیڈر اقتدار کی کش مکش میں مبتلا ہیں اور مذہبی راہنما ایک دوسرے کو کافر و مشرک بنانے میں منہمک ہیں۔ مارشل لا نے یہ فتنے دبا رکھے تھے لیکن اس کے ختم ہوتے ہی انتشار پسندوں نے پھر سر اٹھایا اور بعض اخبارات اور رسالے بھی تکفیر کے ناخوشگوار اور غیر ذمہ دارانہ فتووں میں الجھ گئے۔

سنجیدہ مسائل پر گفتگو کرنے میں کوئی ہرج نہیں لیکن ان مسائل پر گفتگو کرنے میں کوئی دنیوی یا اخروی فائدہ نہیں جن کا ہماری زندگی سے کوئی تعلق نہیں۔ ہماری تو یہ بھی جرأت نہیں کہ ہم ان ناگفتہ الفاظ کو یہاں دہرائیں جو پڑھنے اور سننے میں آئے ہیں۔ غرض کرنا صرف یہ ہے کہ موجودہ دور ایسے مباحث کے لیے

کب سازگار ہو سکتا ہے جب کہ ہماری پوری مملکت اور ساری قوم کو شدید خطرات کا سامنا ہے۔ دشمنوں کے جارحانہ منصوبے اور دوستوں کا طرزِ عمل ہمارے وجود کو چیلنج کر رہے ہیں۔ اس وقت جو کام سب سے زیادہ ضروری ہے وہ اپنے وجود کو محفوظ رکھنا ہے نہ کہ اختلافی مسائل میں الجھنا۔

اس میں ذرا بھی شبہہ نہیں کہ نماز سے زیادہ ضروری کوئی شے نہیں اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ صحابۂ کرام سے زیادہ اس کا کوئی پابند نہیں ہو سکتا۔ لیکن ایک موقع ایسا بھی آیا کہ غزوۂ خندق میں ایک دن اپنے وجود کو بچانے کے لیے اس درجے انہماک سے دفاع ہوتا رہا کہ تین چار وقت کی نمازیں قضا ہوگئیں جو بعد میں ادا کی گئیں۔ یہ اس لیے تھا کہ اگر وجود ہی ختم ہو جاتا تو نہ نمازی رہتے نہ نماز۔ ذرا غور فرمائیے کہ جب نماز جیسی اہم چیز بقائے وجود کی خاطر قضا کی جا سکتی ہے تو کیا ہماری غیر ضروری بحثیں اسی مقصد کے لیے ترک نہیں کی جا سکتیں؟ ہمیں یہ حقیقت کبھی بھولنی نہیں چاہیے کہ اگر بیرونی خطرات سے ہم بے پروا ہو گئے اور اندرونی انتشارات میں ہماری توانائیاں ضائع ہوتی رہیں تو ہم خود اپنے بدترین دشمن ثابت ہوں گے۔

۱۵ر نومبر ۱۹۶۲ء کی صبح کو جسٹس محمد رستم کیانی کے اچانک انتقال سے ہماری قومی زندگی میں ایک ایسا خلا پیدا ہو گیا ہے جو عرصۂ دراز تک پُر نہ ہو سکے گا۔ مرحوم ۱۹۴۰ء میں لاہور ہائی کورٹ کے جج اور ۱۹۵۸ء میں مغربی پاکستان ہائی کورٹ کے چیف جسٹس مقرر ہوئے۔ اس عہدہ سے سبکدوش ہوئے ابھی پورا مہینہ بھی نہ گزرا تھا کہ اجل آگئی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

کیانی مرحوم اپنے اوصاف و خصوصیات کی وجہ سے بہت ہردلعزیز تھے۔ قانونی لیاقت میں غیر معمولی امتیاز رکھتے تھے اور چند سال کے عرصہ میں وہ ایک شگفتہ بیان مقرر اور طنز نگار کی حیثیت سے بھی مشہور ہو گئے۔ ان کی وفات بلاشبہ ایک بڑا قومی نقصان ہے۔ ہم مرحوم کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں اور ان کے پس ماندوں سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں۔